تقریری احادیث کی روشنی میں ایمان اور تبرک سے متعلق معاصر مسائل کا شرعی استنباط:
(ایک تحقیقی جائزہ)

Shariah Interpretation of Contemporary Issues Related to Faith and Sanctification in The Light of Taqriri Hadith: (A Research View)

Abdul Qadeer Siddiq
PhD Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: aq487214@gmail.com
Dr Shahid Amin
Associate Professor, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: shahidaminn@live.com

Abstract:
The biography of the Prophet Muhammad (peace be upon him) is not just a treasure of the past, but a practical example for every era of humanity. The sayings, actions, and silent approvals of the Prophet (peace be upon him) are a proof for the Ummah. While verbal and practical hadiths are more well-known, the "Sunnah Taqreeriyah" (silent approval hadiths) hold great importance in jurisprudential deduction. This Sunnah Taqreeriyah teaches us that sometimes silence is a clear message. When the Prophet (peace be upon him) did not object to a saying or action, it is considered an approval of that act. The silent approvals of the Prophet (peace be upon him) carry deep messages that guide us even centuries later. This is the silent influence of the Sunnah Taqreeriyah that can be a guiding light in the midst of modern challenges. Now, it is necessary to listen to, understand, and take practical guidance from these silent hadiths.
This research article analyzes some important contemporary issues related to faith and blessings (Tabarruk) in the light of these silent approvals, including:
Faith in the attributes of Allah -Strong faith and conviction in Allah and the Prophet -The Prophetic method of interfaith dialogue -The issue of

Tabarruk (seeking blessings) -The ruling on seeking blessings from the relics of Prophets and non-Prophets -Avoiding personality cult and extremism -The participation of women in Gender Studies and Islamic knowledge -Ethical principles for the perfume industry and medicine.

Keywords: Sunnah Taqreeriyah, Silent Approval Hadiths, Islamic Jurisprudence, Faith in Divine Attributes, Tabarruk (Seeking Blessings), Interfaith Dialogue in Islam, Ethical Principles in Contemporary Issues

تعارف:

سیرت نبوی علیہ السلام صرف ماضی کا سرمایہ نہیں بلکہ ہر دور کے انسان کے لیے قابل عمل نمونہ ہے آقا علیہ السلام کے ارشادات افعال اور خاموش تصویب امت کے لیے حجت ہیں۔ اگرچہ قولی اور فعلی احادیث زیادہ معروف ہیں مگر تقریری حدیث فقہی استنباط میں نہایت موثر اور گہری اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ سنت تقریریہ ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ بعض اوقات خاموشی بھی ایک صریح پیغام ہوتی ہے۔ جب نبی اکرم علیہ السلامنے کسی قول یا عمل پر کوئی نکیر نہ فرمائی، تو یہ خاموشی بذات خود اس فعل کی تائید تصور کی گئی۔ نبی کریم علیہ السلام کی خاموشیاں بعض اوقات ایسے گہرے پیغامات سمیٹے ہوتی ہیں جو صدیوں بعد بھی راہ دکھاتی ہیں۔ سنت تقریریہ کی یہی وہ خاموش تاثیر ہے جو جدید چیلنجز کے بیچ میں رہنمائی کا چراغ بن سکتی ہے۔

یہ تحقیقی آرٹیکل تقریری احادیث کی روشنی میں ایمان اور تبرک سے متعلق کچھ اہم معاصر مسائل کا تجزیہ پیش کرتا ہے۔ جن میں صفات باری تعالی پر ایمان، اللہ اور رسول پر پختہ ایمان ویقین، بین المذاہب مکالمے میں نبوی طریقہ، مسئلہ تبرک، انبیاء اور غیر انبیاء کے آثار سے تبرک کا حکم، شخصیت پرستی اور غلو سے بچاؤ، Gender Studies میں خواتین کی علمی و دینی شرکت, Medicine اور perfume industry کے لیے اخلاقی اصول شامل ہیں

ایمان سے متعلق تقریری احادیث اور اس سے متعلق معاصر مسائل کا شرعی استنباط

1: قال الإمام المسلم بسنده

" عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ، مَا شَأْنُكُمْ؟ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ، فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي،.............................. فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: "ائْتِنِي بِهَا" فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا: "أَيْنَ اللهُ؟" قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: "مَنْ أَنَا؟" قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: "أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ."[1]

حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ فرماتے ہیں: "میں رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک آدمی نے چھینک لی۔ میں نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے۔ تو لوگوں نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نے کہا: ہائے میری ماں کا غم! تم مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟ پھر لوگوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش کرانا چاہا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ علیہ السلامنے نماز مکمل کی تو میری ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میں نے آپ علیہ السلام سے بہتر معلم نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ اللہ کی قسم! نہ آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا، بلکہ آپ علیہ السلامنے فرمایا: "یہ نماز ہے، اس میں لوگوں کی بات چیت درست نہیں۔ اس میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی قراءت ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تو ابھی جاہلیت سے نکلا ہوں اور اللہ نے اسلام عطا کیا ہے۔ ہم میں کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: 'اب ان کے پاس نہ جانا۔ میں نے کہا: ہم میں کچھ لوگ بد شگونی (تطیر) لیتے ہیں۔ آپ علیہ السلامنے فرمایا: 'یہ دلوں میں آنے والا ایک خیال ہے، لیکن یہ تمہیں (کسی کام سے) روکنے نہ پائے۔' میں نے کہا: ہم میں کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: 'ایک نبی لکیریں کھینچا کرتا تھا، پس جس کی لکیر اس کی لکیر کے مطابق ہو گئی، وہ درست ہے۔' پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک لونڈی ہے جو احد اور جوانیہ کے قریب میری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن بھیڑیا آیا اور اس کی ایک بکری لے گیا۔ میں آدمی ہوں، مجھے بھی غصہ آ گیا جیسے انسانوں کو آتا ہے، تو میں نے اسے (لونڈی کو) ایک تھپڑ مار دیا۔ پھر مجھے ندامت ہوئی اور میں رسول اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اس بات کو بہت بڑا سمجھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: 'اسے میرے پاس لے آؤ۔' میں اسے آپ علیہ السلام کی خدمت میں لایا تو آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: 'اللہ کہاں ہے؟' اس نے جواب دیا: 'آسمان میں۔' آپ علیہ السلام نے پوچھا: 'میں کون ہوں؟' اس نے کہا: 'آپ اللہ کے رسول ہیں۔' آپ علیہ السلام نے فرمایا: 'اسے آزاد کر دو، بے شک یہ مومنہ ہے۔[2]

حدیث کی توضیح

یہ حدیث صفاتِ الٰہیہ (اللہ کی صفات) کی ان احادیث میں سے ہے جن پر ان کی حقیقت کے مطابق ایمان لانا واجب ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق صفات کو ثابت کرنا ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ [مخلوق

کے ساتھ] مثال دینے (تمثیل)، تشبیہ دینے، معطل کرنے اور کیفیت بیان کرنے کی نفی بھی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کمال کا اعتقاد رکھنا اور لونڈی کا 'آسمان میں' کہنا [اس کی حقیقت کو بیان کرتا ہے]۔ اس میں یا تو 'فی' (میں) سے 'علیٰ' (پر) مراد لیا جائے گا، یا 'سماء' (آسمان) سے 'علو' (بلندی) مراد لیا جائے گا، اور اس مسئلہ میں یہی اعتقاد واجب ہے، جیسا کہ اہل السنۃ کا مسلک ہے۔

صفات الٰہیہ / متشابہات کی توضیح

متشابہات جیسے اللہ تعالی کا آسمان دنیا تک تشریف لانا عرش پر مستوی ہونا، اللہ کا وجہ اور اس جیسے دیگر متشابہات میں سلف کا مذہب ہے کہ ان متشابہات کے ظاہر پر بغیر کیفیت اور تاویل کے ایمان لایا جائے۔ اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیا جائے۔ متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ اس میں شریعت کے مطابق تاویل کی جائے اور وہ فرماتے ہیں کہ اس میں سلف کا مذہب محفوظ راستہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ ان صفات کو سپرد باری تعالی کیا جائے اور بوقت ضرورت اس میں تاویل کی جائے اور اہل سنت کے تمام مخالفین کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا جائے لہذا جو لوگ ان کے حق میں غیر مناسب الفاظ کہتے ہیں وہ اس سے بری ہیں۔ اور اہل بدعت کا مذہب یہ ہے کہ ان متشابہات اور صفات میں شریعت کے خلاف تاویل کی جائے جو العیاذ باللہ ان کی کوتاہ عقلوں کے موافق ہوں۔ مشبھہ اللہ کے جسم کے قائل ہیں۔ اور اس میں اور بھی کئی مذاہب ہیں اور سلف صالحین نے جو تفویض الا اللہ کا مذہب اختیار کیا ہے اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ معاملہ اللہ تعالی کے سپرد کی جائے اور جو شخص اس میں تاویل کرتا ہے اس پر نکیر نہ کی جائے، چاہے وہ جس طرح بھی کرے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کی تفصیل اور کیفیت اللہ تعالی کے سپرد کی جائے اور جو شخص اپنی عقل سے اس میں تاویل کرے اس پر نکیر کی جائے اور یہی دوسرا مطلب ہی مقصود ہے۔[3]

عصری مسائل کا استنباط

اس روایت میں نبی کریم علیہ السلام نے لونڈی کے ایمان کی تصدیق صرف دو سوالوں پر کی۔ عقیدہ اور جدید فلسفے آج کل کے دور میں مختلف فلسفیانہ نظریات جیسے: (Atheism) الحاد، (Materialism) مادیت پرستی، اور (Relativism) نسبیت پسندی، نوجوانوں کے ایمان کو چیلنج کر رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں توحید اور رسالت پر مضبوط یقین انسان کو فکری انتشار سے محفوظ رکھتا ہے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ سائنسی ترقی کے بعد مذہب کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن یہ حدیث یاد دلاتی ہے کہ ایمان محض منطقی یا سائنسی سوالات کا نہیں بلکہ دل کے اقرار اور یقین کا معاملہ ہے۔ سائنسی علوم اللہ کی تخلیق کے آثار ہیں، جبکہ ایمان اس خالق کی معرفت

ہے۔ عقیدے کی سادگی اور وضاحت اس لونڈی کا جواب مختصر اور سادہ تھا، لیکن ایمان کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتا تھا۔ آج کے دور میں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ایمان کو فلسفیانہ پیچیدگیوں میں الجھانے کے بجائے سادہ اور واضح انداز میں نوجوانوں کو سکھایا جائے۔ ایمان اور اخلاقی استقامت صحیح عقیدہ صرف نظری بات نہیں بلکہ عملی زندگی میں بھی اثر ڈالتا ہے۔ جو شخص اللہ اور رسول پر یقین رکھتا ہے وہ اپنی زندگی کے فیصلے قرآن و سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب اخلاقی اقدار کمزور ہو رہی ہیں، ایمان ہی انسان کو کردار کی مضبوطی عطا کرتا ہے۔

بین الاقوامی ماحول میں مسلم شناخت آج کے گلوبلائزیشن کے دور میں مسلم نوجوان مختلف معاشروں اور کلچرز کے دباؤ میں اپنی شناخت کھو بیٹھتے ہیں۔ لیکن یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ ایمان کی اصل بنیاد اللہ اور رسول پر پختہ یقین ہے۔ یہی ایمان مسلم کی اصل پہچان ہے۔

2: قال الإمام الترمذي بسنده

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جَاءَ يَهُودِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا المَلِكُ. قَالَ: فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، قَالَ: " {وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ} هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."[4]

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: "اے محمد! اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا، زمینوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی پر، مخلوقات کو ایک انگلی پر، پھر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں۔ یہ سن کر نبی کریم علیہ السلام اس قدر ہنسے کہ آپ علیہ السلام کے دانت مبارک ظاہر ہوگئے، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ (اور انہوں نے اللہ کی قدر کو جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا، نہیں پہچانا۔)[5]

حدیث کی توضیح

یہودیوں کی طرف سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت کے بیان پر آپ علیہ السلام کا مسکرانا اس کے جائز ہونے پر آپ علیہ السلام کی تصدیق ہے۔ کیونکہ اگر یہ عظمت و کبریائی والی صفات ٹھیک نہ ہوتیں تو آپ علیہ السلام اس پر ضرور کوئی نا کوئی نکیر فرماتے۔

فتح الباری میں ہے: "امام نووی فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے ہنس کر ان کی تصدیق فرمائی، جس پر آپ علیہ السلام کا مذکورہ آیت تلاوت فرمانا دلالت کرتا ہے۔"[6]

عصری مسائل کا استنباط

یہودی نے مثال کے طور پر "انگلی" کا لفظ استعمال کیا۔ نبی علیہ السلام نے اس پر اعتراض نہیں فرمایا، بلکہ آیت پڑھ کر یہ اصول واضح کر دیا کہ اللہ کی صفات کو بلا کیف (کیسے) جانے بغیر مانا جائے۔ آج کل کے دور میں، جب بعض لوگ اللہ کی صفات کو یا تو مجسمہ (Anthropomorphism) بنا دیتے ہیں یا بالکل انکار کر دیتے ہیں، یہ حدیث درمیانی راہ دکھاتی ہے کہ صفات کو تسلیم کریں مگر تشبیہ یا تعطیل سے بچیں۔ اسی طرح اس تقریری حدیث سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ بین المذاہب مکالمہ (Interfaith Dialogue) میں نبی علیہ السلام نے یہودی کے بیان کو تحمل اور حکمت کے ساتھ سنا، پھر قرآن کی آیت سے اس کی اصلاح کی۔ لہٰذا آج کل کے لیے اصول ہے کہ جب دوسرے مذاہب کے ماننے والے خدا کے بارے میں بات کریں تو ہمیں ردّ و قدح کے بجائے قرآن کی روشنی میں مثبت اور حکیمانہ انداز اپنانا چاہیے۔ اسی لیے تو یہودی کے بیان پر آپ علیہ السلام نے سخت رد عمل نہیں دیا بلکہ تبسم فرمایا اور قرآن کی دلیل پیش کی۔ اس سے تبلیغ دین میں خوش اخلاقی اور دلیل کے ساتھ بات کرنے کا اصول اخذ ہوتا ہے۔ آج کے زمانے میں اسلاموفوبیا یا مناظروں کے ماحول میں یہی اسوہ ہمارے لیے بہترین رہنمائی ہے۔

تبرکات سے متعلق تقریری احادیث اور اس سے متعلق معاصر مسائل کا شرعی استنباط

قال الإمام المسلم بسنده

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا، فَعَرِقَ، وَجَاءَتْ أُمِّي بِقَارُورَةٍ، فَجَعَلَتْ تَسْلِتُ الْعَرَقَ فِيهَا، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ؟" قَالَتْ: هَذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِيبِنَا، وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ."[7]

سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:"کہ آقا علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے پاس آرام فرمایا، اس دوران پسینہ آیا۔ میری والدہ (امّ سلیمؓ) ایک شیشی لے آئیں اور آپؐ کا پسینہ اس میں جمع کرنے لگیں۔ جب نبی کریم علیہ السلام بیدار ہوئے تو پوچھا:"اے اُمّ سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟": انہوں نے جواب دیا"یہ آپ کا پسینہ ہے، ہم اسے اپنی خوشبو میں شامل کرتے ہیں، اور یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔[8]

حدیث کی توضیح

حضرت ام سلیمؓ نے وہ پسینہ جمع کیا جو نبی اکرم علیہ السلام سے نکلا تھا اور جو چمڑے کے بچھونے (النطع) پر گرا تھا، تو انہوں نے اسے خشک کیا اور ایک شیشی میں ڈال لیا تاکہ اس سے خوشبو لگائیں، یہ آپ سے برکت حاصل کرنے کے لیے کیا، اور اپنے بچوں کے لیے برکت کی امید سے کیا، جیسا کہ بعض احادیث کی روایات میں آیا

ہے۔ اور شاید وہ اسے خوشبو کی وجہ سے جمع کرتی تھیں، اور اس لیے کہ یہ بہترین اور پاکیزہ خوشبوؤں میں سے تھا۔ اور نبی اکرم علیہ السلامنے اس (عمل) کی خبر پاتے ہوئے انہیں برقرار رکھا اور ہنس پڑے۔ لہٰذا ان کا یہ فعل مستحب اور جائز تھا، اور مشروع (شرعی طور پر درست) تبرک میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کا آپ علیہ السلام کے پسینہ مبارک کا تبرکاً جمع کرنا اور آپ علیہ السلام کا اس پر کوئی نکیر نہ کرنا اس کے جائز ہونے پر آپ علیہ السلام کی تقریر ہے۔

مسئلہ تبرک

- **تبرک بآثار الانبیاء**

اس حدیث شریف اور اسی طرح کی دیگر صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام کے زیر استعمال رہنے والی اشیا اور آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے البتہ اس طرح تبرک حاصل کرنے کے لیے کئی شرائط ہیں۔

۱۔ وہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو کہ واقعی یہ چیز انبیائے کرام کے زیر استعمال رہی یا کسی اور طرح سے ان سے متعلق رہی۔ اگر اس کی سند صحیح نہ ہو بلکہ ویسے لوگوں نے مشہور کر دیا ہو تو یہ جھوٹ کے زمرے میں آئے گا۔ جس طرح حدیث رسول کے لیے سند ضروری ہے اسی طرح تبرک رسول علیہ السلام کے لیے بھی ضروری ہے۔ مولانا عبد الحئی فرماتے ہیں اگر صحیح سند نہ ہو تو پھر خاموشی کرنا درست ہے۔

۲۔ تبرک حاصل کرنے میں شرکیہ عقائد، بدعات و منکرات شامل نہیں ہونگی۔ چنانچہ تبرکات کا طواف کرنا، منتیں ماننا اور انہیں سجدہ کرنا جائز نہیں۔

۳۔ اس متبرک چیز کو برکات کے سلسلے میں موثر نہیں سمجھا جائے گا۔ چنانچہ یہ عقیدہ ضروری ہے متبرک اشیا میں برکت ڈالنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔[9]

تبرک بآثار غیر الانبیاء

بعض اہل علم انبیاء کی طرح دیگر علماء و صلحاء کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور انہیں تبرک بآثار الانبیاء کی احادیث پر قیاس کرتے ہیں۔ چنانچہ اشرف التوضیح میں ہے کہ علت میں فی الجملہ اشتراک ہے اور دوسرے علماء و صلحاء بھی فی الجملہ اللہ کے دربار میں مقبول ہیں۔ اگرچہ درجہ قبولیت میں زمین و آسمان سے زیادہ فرق ہے لیکن بہر حال فی الجملہ قبولیت ضرور ہے۔ اسی طرح وہاں برکت یقینی ہے اور یہاں برکت کا ظن غالب ہے لیکن علت بہر حال فی الجملہ پائی گئی ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام کی طرح دیگر صالحین کے تبرکات کا بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔[10]

مولانا عبد الحئی لکھنوی دیگر صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کو جائز نہیں سمجھتے اور فرماتے ہیں کہ یہ تبرک بآثار الانبیاء کا جواز صرف ان کے آثار کے ساتھ خاص ہے۔ دوسروں کے آثار کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو آپ علیہ السلام کے آثار کے ساتھ خاص ہے، وہ حرام ہے۔[11]

عصری مسائل کا استنباط

مذکورہ تقریری حدیث سے اس مسئلے کا استنباط ہوتا ہے کہ حضرت ام سلیمؓ کا آپ علیہ السلام کا پسینہ مبارک محفوظ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مقدسات کے حقیقی اور ثابت شدہ آثار محفوظ کرنا دین میں مشروع ہے۔ لہذا اس سے یہ اصول نکلتا ہے کہ مستند اسلامی آثارِ نبوی علیہ السلام یا صحابہؓ کے آثار کو جدید سائنسی طریقوں سے محفوظ کرنا جائز اور باعثِ برکت ہے۔ مذہبی heritage کو میوزیم یا ذاتی تحویل میں محفوظ کرنے کے شرعی اصول تیار کیے جاسکتے ہیں۔ اس سے متعدد مسائل کا استنباط کیا جاسکتا ہے:

- **جعلی Relics اور دھوکے بازی کا مسئلہ**

آج کل کا ایک اہم مسئلہ جعلی مقدس نوادرات کی تجارت ہے۔ لہذا مذکورہ تقریری حدیث کہ تبرک صرف اُس چیز کا لیا جاسکتا ہے جو حقیقی، ثابت شدہ اور یقینی ہو۔ اس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ جعلی بالِ مبارک یا قمیصِ مبارک کی خرید و فروخت سخت ممنوع ہے۔ مذہبی تبرکات کی تصدیق کے لیے ایک شرعی و تحقیقی میکانزم (verification protocol) ضروری ہے۔

- **شخصیت پرستی، بدعات اور غلو سے بچاؤ**

کئی لوگ غیر ثابت شدہ چیزوں کو تبرک سمجھ کر غلو کرتے ہیں۔ حالانکہ مذخورہ تقریری حدیث سے تبرک کی مشروعیت صرف نبی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے، یا اُن چیزوں کے ساتھ جن کی نسبت یقینی ہو (جیسے آثارِ صحابہ جنہیں نبی علیہ السلام نے مقرر فرمایا ہو)۔ یہ اصول جدید دور میں مزار پرستی، قبروں سے رگڑ کر برکت لینے، اور غیر ثابت شدہ رسومات سے روکنے کا مضبوط مؤقف فراہم کرتا ہے۔

- **Personal Hygiene, Medicine اور Perfume Industry کے لیے اخلاقی اصول**

پسینہ مبارک میں خوشبو ہونا ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ خوشبو، صفائی اور پاکیزگی مسلمان کی شخصیت کا حصہ ہیں۔ لہذا جدید perfume industry اور cosmetic products میں خالص، پاکیزہ اور قدرتی مواد کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اسلام جسمانی خوشبو اور hygiene کو روحانی طہارت کے ساتھ جوڑتا ہے۔

- **روحانی تعلق اور Psychological Wellness**

ام سلیمؓ نے نبی علیہ السلام کے پسینہ مبارک کو روحانی سکون کے لیے محفوظ کیا۔ لہذا آج spiritual wellness کے موضوع پر یہ رہنمائی دیتا ہے کہ روحانی وابستگی کے جائز ذرائع انسان کو ذہنی سکون دیتے ہیں۔ دین میں روحانی comfort کے لیے جائز وسائل اختیار کرنا درست ہے، بشرطیکہ شرعی حدیں نہ ٹوٹیں۔

- **ماں کا اپنے بچوں کے لیے خیر و برکت کی تلاش**

ام سلیمؓ نے اپنے بچوں کے لیے بھی برکت کی نیت کی۔ اس سے آج کے مسائل میں رہنمائی ملتی ہے کہ والدین اپنے بچوں کے مستقبل کے لیے جائز اور شرعی برکت کے ذرائع اختیار کر سکتے ہیں۔ غیر شرعی تعویذ، جادو اور بدعات سے بچنے کا اصول واضح ہوتا ہے۔

- **Gender Studies میں خواتین کی علمی و دینی شرکت**

اس واقعے میں ام سلیمؓ کی دینی بصیرت نمایاں ہے۔ اس سے یہ جدید استنباط نکلتا ہے کہ خواتین دین کے علوم، روایتِ حدیث، تفقہ اور سمجھ بوجھ میں اہم کردار رکھتی ہیں۔ لہذا جدید دور میں خواتین کا علمی، تحقیقی اور مذہبی سرگرمیوں میں شریک ہونا سنتی اصولوں سے ثابت ہے۔

قال الإمام البخاري بسنده

"عَنِ الجَعْدِ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ "فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ، فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، مِثْلَ زِرِّ الحَجَلَةِ."[12]

سیدنا جعدؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت سائب بن یزیدؓ کو کہتے ہوئے سنا: "میری خالہ مجھے نبی کریم علیہ السلام کے پاس لائیں اور کہا: "اے اللہ کے رسول! میرا بھانجا بیمار ہے۔ "تو رسول اللہ علیہ السلامنے میرا سر مبارک ہاتھ سے مسح فرمایا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ علیہ السلامنے وضو فرمایا، اور میں نے آپ کے وضو کا پانی پی لیا۔ اس کے بعد میں آپ علیہ السلام کے پیچھے کھڑا ہوا اور آپ کی پشت مبارک کے دونوں شانوں کے درمیان نبوت کی مُہر (خاتم النبوۃ) دیکھی، جو بٹیر کے انڈے کے ابھار کی مانند تھی۔[13]

حدیث کی توضیح

حضرت سائب بن یزیدؓ نے نبی علیہ السلام کے وضوء کا بچا ہوا پانی تبرکاً پیا اور آپ علیہ السلامنے انہیں اس سے منع نہیں فرمایا۔ لہذا آپ کی تقریر سے آپ کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

عصری مسائل کا استنباط

آثارِ نبوی جیسے وضو کا پانی، پسینہ، لعاب دہن، بال یا کپڑے محض جسمانی چیزیں نہیں تھے بلکہ اللہ نے نبی علیہ السلام کی ذات کو سراپا خیر و برکت بنایا تھا۔ صحابہؓ ان آثار کو صرف مادی فائدے کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا مقصد محبت، عقیدت اور روحانی تعلق کو تازہ رکھنا بھی تھا۔ جیسے حضرت امّ سلیمؓ نے آپ علیہ السلام کا پسینہ خوشبو میں جمع کیا اور فرمایا کہ یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔ صحابہؓ وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔ امّ سلمہؓ کے پاس نبی علیہ السلام کے بال مبارک تھے، لوگ انہیں شفاء کے لیے استعمال کرتے۔ یہ سب اس بات کے ثبوت ہیں کہ آثارِ نبوی میں واقعی برکت رکھی گئی تھی۔ آج کل ہمیں براہِ راست یہ آثار میسر نہیں ہیں، لہٰذا ہمیں اس پہلو کو سمجھنا ہے کہ اصل اور دائمی برکت نبی علیہ السلام کی سنت اور تعلیمات میں ہے۔ آج اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس نبی علیہ السلام کا کوئی اثر (بال، کپڑا وغیرہ) ہے تو اس پر شرعی اور تاریخی تحقیق لازم ہے، ورنہ یہ خرافات اور دھوکہ دہی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنا، ان کی اطاعت کرنا، ان کی اخلاقی روش اپنانا ہی اصل "تبرک" ہے۔ برکت کی سب سے بڑی شکل یہ ہے کہ گھر کے افراد سنتِ نبوی اپنائیں۔ مثلاً: کھانے پینے، نکاح، تربیتِ اولاد، معاملات اور اخلاقیات میں نبی علیہ السلام کے طریقے کو اپنانا۔ یہ چیز گھر میں حقیقی خیر، سکون اور برکت پیدا کرتی ہے۔

قال الإمام البخاري بسنده

" عَنِ المِسْوَرِ، وَمَرْوَانَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ حُدَيْبِيَةَ فَذَكَرَ الحَدِيثَ: "وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً، إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ."[14]

مسور اور مروان سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام حدیبیہ کے زمانے میں (عمرہ کے لیے) نکلے۔ (انہوں نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کی) اور کہا: "نبی کریم علیہ السلام جب بھی تھوکتے، تو آپ علیہ السلام کا لعابِ دہن کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا، اور وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔

حدیث کی توضیح

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یوں آپ علیہ السلام کے لعاب مبارک کو تبرکاً اپنے جسم پر ملنا اور آپ کا انہیں اس سے منع نہ فرمانا اس کے جائز ہونے پر آپ علیہ السلام کی تقریر ہے۔

عصری مسائل کا استنباط: نبی اکرم علیہ السلام کی ہستی سراسر خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ علیہ السلام کے لعاب دہن کو بھی تبرک سمجھ کر اپنے جسم اور چہرے پر مل لیتے تھے۔ یہ معمولی

واقعہ نہیں بلکہ ایک واضح دلیل ہے کہ آپ علیہ السلامکے وجودِ اقدس سے نکلنے والی ہر شے پاکیزہ اور بابرکت تھی۔ لہٰذا آج کل کے زمانے میں بعض لوگ برکت کو محض توہمات سے جوڑتے ہیں حالانکہ صحابہ کرامؓ نے صرف نبی علیہ السلامکے کلام کو نہیں بلکہ آپ کی ہر ادا کو اپنے لیے باعثِ شرف سمجھا۔ اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ہمیں بڑوں کی تعظیم کرنی چاہیے۔ اسی طرح گھریلو زندگی میں والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام اسی سنت کا عکس ہے۔ جو گھروں میں یہ رویہ زندہ کرے گا، وہاں سکون اور برکت خود بخود آئے گی۔

چونکہ آثارِ نبوی اب براہِ راست ہمارے پاس موجود نہیں ہیں، اس لیے امت کے لیے اصل برکت رسول اللہ علیہ السلامکی سنت کو اپنانے میں ہے۔ اگر مسلمان اپنی گھریلو اور معاشرتی زندگی: کھانے پینے، نکاح، اولاد کی تربیت اور اخلاقیات میں سنت نبوی کو زندہ کریں تو یہی حقیقی تبرک ہوگا۔

حوالہ جات

[1]۔ مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوری، صحیح مسلم، ناشر، دار إحياء التراث العربي – بیروت، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ، ج:1، ص:381، رقم:537

[2]۔ امام ابو داؤد نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ سنن ابی داؤد، رقم:930۔ سنن نسائی میں ہے۔ رقم:1218۔ امام مالک نے ذکر کی ہے۔ مؤطا امام مالک، باب ما یجوز من العتق فی الرقاب الواجبہ، رقم:8۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ رقم:30342۔ مسند احمد میں ہے۔ رقم:23762۔ صحیح ابن حبان میں ہے۔ رقم:165۔ امام طبرانی نقل کرتے ہیں۔ رقم:937۔ امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ السنن الکبریٰ، رقم:19985۔

[3]۔ کشمیری، محمد انور شاہ، العرف الشذی شرح سنن ترمذی، نزول باب ماجأفی نزول الرب تبارک وتعالی الی سماالدنیا کل لیلت، مذہب السلف فی المتشابھات، ج:اص:416

[4]۔ الترمذی، محمد بن عیسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاک، الترمذي، أبو عیسى، سنن الترمذی، ناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفى البابي الحلبي، مصر، باب ومن سورۃ الزمر، ج:5، ص:371، رقم:3238۔

[5]۔ امام احمد نے نقل کی ہے۔ مسند احمد، رقم:2267۔ صحیح ابن حبان میں ہے۔ رقم:7325۔ امام طبرانی ذکر کرتے ہیں۔ المعجم الکبیر، رقم:10334۔

[6]۔ ابن حجر، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ناشر: دارالمعرفۃ بیروت، ج:8، ص:551

[7]۔ صحیح مسلم، باب طیب عرق النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج:4، ص:1815، رقم:2331

[8]۔ امام نسائی نے اسے نقل کیا ہے۔ سنن النسائی، رقم:5371۔ مسند احمد میں ہے۔ رقم:12396۔ امام طبرانی نے نقل کیا ہے۔ المعجم الکبیر، رقم:289۔

[10]۔ مولانا نذیر احمد، اشرف التوضیح تقریر اردو مشکوۃ المصابیح، ج:3، ص:334 مکتبۃ العارفی فیصل آباد

[11] مجموعۃ الفتاویٰ، ج:3، ص:176

[12]۔ بخاری، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه صحيح البخاري، دار طوق النجاة، باب، ج:1، ص:49، رقم:190

[13]۔ امام مسلم اس کو روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم، رقم:2345۔ سنن ترمذی میں ہے۔ رقم:3643۔ امام طبرانی نے ذکر کیا ہے۔ المعجم الکبیر، رقم:6680۔

[14]۔ صحیح بخاری، باب البزاق والمخاط ونحوہ فی الثوب، ج:1، ص:57